اخبارِ اُمت

مراکش: سیاسی صورت حال اور تحریک اسلامی

محمد ظہیرالدین بھٹی

مراکش میں موروثی شاہی نظام قائم ہے۔ دستور کی رُو سے بادشاہ ایک مقدس ہستی ہے۔ اُسے ایسے مطلق العنان اختیارات حاصل ہیں جو مقننہ‘ عدلیہ اور انتظامیہ کے اختیارات سے بالاتر ہیں۔ اس کی طرف سے صادر ہونے والے کسی فیصلے‘ حکم یا رہنمائی پر تنقید کی جاسکتی ہے نہ اعتراض اور نہ اُسے منسوخ اور کالعدم کیا جا سکتا ہے۔ یہ صورت حال تو ہے تحریری قانون کی رُو سے۔ غیر تحریری مروجہ قوانین کے مطابق بادشاہ کے اختیارات لامحدود ہیں۔ شاہ حسن ثانی کی رحلت اور نوجوان بادشاہ محمد ششم کی تخت نشینی کے بعد حالات میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

نئے شاہ نے تخت نشینی کے بعد اپنے پہلے خطاب (۳۰ جولائی ۱۹۹۹ء) میں سابقہ پالیسی جاری رکھنے کا اعلان کیا تھا۔ کچھ نعرے تبدیل ہوئے مگر پرانے دَور کی بنیادیں قائم ہیں اور گذشتہ کئی ادوار سے مراکش کی سیاسی زندگی پر مسلط ”حفاظت و تحفظ“ کی ذہنیت‘ اپنی اصل رُوح کے ساتھ برقرار ہے۔ ویسے تو ایک نمایندہ حکومت موجود ہے مگر یہ نمایندگی کے معروف سیاسی اصطلاحی مفہوم سے بالکل ہٹی ہوئی ہے۔ عبدالرحمن یوسفی کی موجودہ حکومت بھی شاہی احکام کے نفاذ کی آلہ کار ہے۔ مراکش کے تحریری اور مروجہ قوانین کی رُو سے‘ وزارتوں کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ بادشاہ کے احکام و ہدایات پر عمل درآمد کرائیں‘ بالخصوص حسّاس سیاسی امور کے وزرا تو براہِ راست بادشاہ کے ماتحت ہوتے ہیں جنھیں ”وزراے سیادت“ کہا جاتا ہے۔ یہ وزیراول (وزیراعظم) کے ماتحت نہیں ہوتے‘ جیسے داخلہ‘ خارجہ‘ عدل‘ اوقاف اور قومی دفاع کے وزرا۔ مرحوم شاہ حسن ثانی کے بقول یہ بادشاہ کے مددگار ہوتے ہیں۔ اب ایک بے چارہ مددگار وزیر‘ شاہی احکام و ہدایات نافذ کرنے کے سوا اور کیا کرسکتا ہے!

پائے۔ چنانچہ منافقین بھی زبان سے بڑے ولولے کا اظہار کرتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں روکتے کہ ابھی انتظار کرو اور نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ کے ذریعے سے اپنے تعلق باللہ، اپنی تنظیم اور اپنے جذبۂ انفاق کو ترقی دو۔ لیکن جب اس کا وقت آ گیا اور جنگ کا حکم دیا گیا تو زبان کے ان غازیوں کا سارا جوش سرد پڑ گیا، اب یہ چھپنے کی کوشش کرتے اور دل میں جو رُعب اور خشیت خدا کے لیے ہونی چاہیے اس سے زیادہ دہشت ان کے دلوں پر انسانوں کے لیے طاری تھی۔... فرمایا، ان سے کہہ دو کہ اس دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام تو چند روزہ ہے۔ اس کے لیے اتنی بے قراری کیوں ہے۔ عیشِ دوام تو آخرت میں ہے، جو لوگوں سے ڈرنے والوں کے بجائے اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔ اس کے لیے کمر باندھیں اور اطمینان رکھیں کہ جو کریں گے اس میں سے رتی رتی کا صلہ پائیں گے۔ ذرا بھی ان کے ساتھ کمی نہیں کی جائے گی۔

جہاد اور نماز

اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اسلامی جنگ کی روح اور نماز و زکوٰۃ میں نہایت گہری مناسبت ہے۔ جو لوگ خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے تیار ہو رہے ہوں، ان کے لیے اسلحہ کی ٹریننگ سے زیادہ ضروری اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ ہے۔ جہاد میں جو للّٰہیت، اخلاص اور نظم و طاعت کی جو پابندی مطلوب ہے، اس کی بہترین تربیت نماز سے ہوتی ہے۔ اس کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کا جو جذبہ درکار ہے، وہ ایتائے زکوٰۃ کی پختہ عادت سے نشوونما پاتا ہے۔ ان صفات کے بغیر اگر کوئی گروہ جنگ کے لیے اٹھ کھڑا ہو تو اس جنگ سے کوئی اصلاح وجود میں نہیں آ سکتی، اس سے صرف فساد فی الارض میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ یہی حکمت ہے کہ اسلامی جنگ کے سخت سے سخت حالات میں بھی نماز کے اہتمام و التزام کی تاکید ہوئی۔

منافقین کی بزدلی

[ترجمہ] اور موت تم کو پالے گی تم جہاں کہیں بھی ہو گے، اگرچہ مضبوط قلعوں کے اندر ہی ہو۔ اور اگر ان کو کوئی کامیابی حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں، یہ خدا کی طرف سے ہے، اور اگر کوئی گزند پہنچ جائے تو کہتے ہیں، یہ تمھارے سبب سے ہے۔ کہہ دو، ان میں سے ہر ایک اللہ ہی کی طرف سے ہے۔[النساء ۴:۷۸]

منافقین کے خوفِ موت کی علت بھی واضح فرمائی ہے اور اس عقیدے کو بھی بیان فرمایا ہے، جو اس خوف کا واحد علاج ہے۔ فرمایا کہ موت سے کسی کے لیے مفر نہیں ہے، جس کی موت جس گھڑی، جس مقام اور جس شکل میں لکھی ہے وہ آ کے رہے گی، آدمی مضبوط سے مضبوط قلعوں کے اندر چھپ کے بیٹھے وہاں بھی موت اس کو ڈھونڈ لے گی، اس وجہ سے اس سے ڈرنا اور بھاگنا بے سود ہے۔ آدمی پر جو فرض جس وقت عائد ہوتا ہے،

ابھی تک ''ہدایات واحکام'' کی پالیسی سیاسی زندگی پر حاوی ہے۔ جماعت العدل والاحسان کے دو اخبارات العدل والاحسان اور رسالة الفتوة کی طباعت واشاعت پر پابندی لگائی گئی جو اب تک قائم ہے۔

شیخ یاسین کی کتاب (العدل: الاسلامیون والحکم) بھی ممنوع قرار دے دی گئی ہے۔ یونی ورسٹیوں میں طلبہ کو خوف زدہ کیا جاتا ہے، ان پر تشدد کیا جاتا ہے، ان پر جھوٹے الزامات لگا کر ظالمانہ و سنگ دلانہ سزائیں دی جاتی ہیں۔ گذشتہ نومبر میں المحمد یہ شہر میں ۱۴ طلبہ کو دو دو سال کی قید کی سزائیں دی گئیں۔ اشخاص، اداروں اور گھروں کا وقار پامال کیا جا رہا ہے، حتیٰ کہ حکومت کا آزادیوں کے بارے میں تازہ ترین منصوبہ بھی، حقوق انسانی کے حامیوں کے نزدیک، حکام کو تشدد اور پابندیوں کی کھلی اجازت دینے اور انھیں عدالتی گرفت سے تحفظ فراہم کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ جماعت عدل و الاحسان کے مرشد عبدالسلام یاسین کو ایک ظالمانہ حکم کے تحت نظر بند کر دیا گیا تھا۔ وکلا صفائی نے اس اقدام کو ظالمانہ ثابت کر دیا مگر یہ فائل عدلیہ کی مجلس اعلیٰ میں دبی رہی۔

موجودہ شاہ کے دَور میں یہ محاصرہ جاری ہے، صرف اس کی شکل بدل گئی ہے۔ چنانچہ گذشتہ مئی میں مرشد کے گھر کی نگران پولیس نے اپنی پوزیشن بدل لی، اب وہ گھر سے ذرا ہٹ کر، آنے والے تمام راستوں اور اس محلے میں واقع جماعت کے مرکزی دفتر کے اردگرد کی گلیوں کی نگرانی کرتی ہے۔ حقوقِ انسانی کے احترام کا بھرم اس وقت ٹوٹا جب ۹، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۰ء کو انسانی حقوق کے عالمی اعلان کی مناسبت سے تقریبات منعقد ہو رہی تھیں اور مظاہرے ہو رہے تھے۔ ان دو دنوں میں حقوق انسانی کی مراکشی تنظیم کے بہت سے کارکنوں کو گرفتار کیا گیا۔ جماعت عدل و الاحسان کے سیکڑوں کارکنوں کو زدوکوب کیا گیا اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ بہت سے گرفتار کیے گئے اور ان کے خلاف مقدمات بنے۔ ان میں شیخ یٰسین کے کئی قریبی عزیز اور رشتے دار بھی تھے۔

مراکش کی اسلامی تحریک: مراکش کی اسلامی تحریک کا نام جماعت العدل والاحسان ہے، جس کے قائد عبدالسلام یاسین اور ترجمان فتح اللہ ارسلان ہیں۔ اس جماعت کی کئی ماتحت ذیلی تنظیمیں بھی ہیں جیسے نوجوانوں کی تنظیم، عورتوں کی تنظیم وغیرہ۔ یہ ایک دعوتی جماعت ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس کے اہم اصول ہیں۔ تربیت، تنظیم اور پیش قدمی اس کا شعار ہے۔ سیاسی تبدیلی کے لیے یہ عدل واحسان کے اصولوں پر پختہ یقین رکھتی ہے۔ جماعت کے قائد محترم نے عدل واحسان کے موضوع پر دو کتابیں لکھی ہیں جن میں امت اسلامیہ کو دعوت و ریاست کے معاملات میں درپیش مسائل ومشکلات کا عدل واحسان کی روشنی میں گہرا تجزیہ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی معاشرت ومعیشت کی اصلاح اور دین ودنیا میں کامیابی کے لیے جماعت اپنے افکار، پروگرامات اور اجتہادات پیش کرتی ہے۔ عدالت عالیہ نے جماعت کو قانونی قرار دیا ہے مگر مراکش

میں قانون اوراس پر عمل درآمد دو الگ الگ چیزیں ہیں، یعنی جماعت کا مسئلہ "سیاسی" ہے، قانونی نہیں۔

مراکش کے سرکاری ذرائع ابلاغ، جماعت پر دہشت گردی اور حفاظتی دستوں کے ساتھ تصادم کا الزام لگاتے ہیں مگر جماعت اس کی سختی سے تردید کرتی ہے۔ جماعت کے ترجمان فتح اللہ ارسلان کے بقول: "ہاتھوں میں قرآن شریف اٹھا کر چلنے والے تشدد کرتے ہیں یا مسلح حفاظتی دستے جن کی زد سے عورتیں، بچے اور عمر رسیدہ افراد بھی محفوظ نہیں؟ ہم ہر طرح کے تشدد اور دہشت گردی کے خلاف ہیں۔ ہم خفیہ کارروائیوں اور غیروں کا آلہ کار بننے کے مخالف ہیں۔ ہم نے آٹھ بڑے شہروں میں پروگرام کرنے کا ارادہ کیا، پولیس نے مداخلت کی، بہت تشدد کیا، مار مار کر لوگوں کو لہولہان کر دیا مگر ہم نے اس کے باوجود صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا۔ پولیس کے کسی ایک آدمی کا بال بھی بیکا نہیں ہوا، کسی سپاہی کی وردی کا بٹن تک نہیں ٹوٹا۔ جماعت عدم تشدد پر یقین رکھتی ہے، یہ ہماری باقاعدہ حکمت عملی کا حصہ ہے"۔

انتخابی حکمت عملی: جماعت عدل و الاحسان تین وجوہ سے انتخابات میں شرکت کو مفید نہیں سمجھتی۔

۱- انتخابات میں شرکت کا مطلب، موجودہ نظام کو درست اور جائز قرار دینا ہے، جب کہ جماعت کے نزدیک یہ حقوق انسانی اور آزادیوں کے احترام کا نقیض ہے۔ انتخابات کا سب سے زیادہ فائدہ ملک کا سیکورٹی سسٹم اٹھاتا ہے، کیونکہ یہ "جمہوری تماشا" اس کے بنائے ہوئے قواعد و ضوابط کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے نتائج بھی وہی سمیٹتا ہے، لہٰذا انتخابات میں شرکت کا مطلب سیکورٹی سسٹم کو مضبوط کرنا اور تحفظ دینا ہے۔ جماعت کسی سیاسی کھیل کا حصہ نہیں بننا چاہتی، وہ اصولوں پر سودے بازی کے لیے تیار نہیں۔

۲- انتخابات اگر دھوکا اور دھاندلی سے پاک ہوں تو بھی کامیاب ہونے والوں کے پاس دستوری، تحریری اور مروجہ قوانین کی رُو سے اپنے منصوبوں پر عمل درآمد کے اختیارات نہیں ہیں۔ پھر الیکشن میں حصہ لینے کا کیا فائدہ؟ اور رائے دہندگان کو ووٹ ڈالنے پر آمادہ کرنے کی کیا افادیت ہے؟

۳- قائم سیاسی نظام کے زیرِ سایہ ایسی قوم میں، جس کی نصف سے زیادہ آبادی بالکل ناخواندہ ہو، سیاسی شعور سے بھی محروم ہو، جہاں سیکورٹی فورسز نے دہشت کی فضا پیدا کر رکھی ہو، انتخابات کے انعقاد کا مطلب جھوٹ، فریب اور مکر کی ترویج، قبائلی عصبیت کو مضبوط کرنا اور گروہ بندی اور طبقاتی تقسیم کو قوت بخشنا ہے جس سے انانیت، خود غرضی اور خواہشات نفسانی کو تقویت ملتی ہے، مفاد عامہ اور امت کی صلاحیتیں ضائع ہوتی ہیں۔

جماعت عدل والاحسان ، اسلام کے حامیوں، اور سیکولر ذہن کے لوگوں کے ساتھ بھی، ہر قسم کے مواقع پر مذاکرات اور گفت و شنید پر یقین رکھتی ہے۔ استاد عبدالسلام نے گفت و شنید کے موضوع پر چار کتابیں